سیمیں بہبہانی اور فہمیدہ ریاض کی شاعری میں "تصورِعورت" کا تقابلی مطالعہ

وفا یزدان منش
حمیرا اشفاق

Abstract:

Semi Behbahani and Fehmida Riaz both are contemporary poets. Both have looked at women from an enlightened perspective and molded their thoughts into poetry. Both of them have thought about the problems of girls and express sympathy with them.They does not ignore women who are disliked by society. Rather show dreams to them and study their psychology. They becomes a supporter of oppressed girls and woman, They raise their voices against aggression and exploitation by the family. Both are convinced of motherhood and highlight the importance of this designation

مقدمہ

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسانی رویے اور فکری نشو ونما اس کے ماحول کے مرہون منت ہو تے ہیں۔تخلیق کار بھی اپنے فن کا مواد اپنے گرو پیش پھیلی حقیقتوں کے تانے بانے سے بُنتا ہے۔ایسے ہی دو بڑے اذہان سیمیں بہبہانی اور فہمیدہ ریاض نے اپنے اردگرد پھیلی زندگی کی تلخیوں ،غیر منصفانہ رویوں اور انسانیت سوز رویوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔لیکن بد قسمتی سے انہیں ایسے معاشرے ملے جن کے شعور کی بلوغت ابھی نا پختہ تھی۔اس لیے سماجی بگاڑ ٹھیک کرنے کی بجائے ان آوازوں کو مسدود کرنے کی کوششیں کی گئیں۔لیکن ان آوازوں کی سچائی نے ہر طرح کی مشکلات برداشت کیں مگر اپنے نظریات کا ڈٹ کا پرچار کیا۔یہ بات ذہن نشین رہے کہ سیمین کی شاعری دو ادوار سے متعلق ہے،اسلامی انقلاب سے پہلے اور اسلامی انقلاب کے بعد۔جہاں ان کی سیاسی اور احتجاجی شاعری پر پابندیاں لگی ہوتی تھیں وہ ان کی انقلاب سے پہلے کی شاعری سے وابستہ ہے۔پاکستان اور ایران کے سماجی مسائل کسی حد تک ایک دوسرے سے مماثلت رکھتے ہیں۔اس لیے اردو اور فارسی ادبیات میں تصوف

سے لے کر سماجی حقیقت نگاری تک سب میں موضوعاتی اشتراکات پائے جاتے ہیں۔کلاسیکی ادب کی روایت سے لے معاصر ادب تک دونوں زبانوں کے ادب ایک دوسرے کی روایات سے جڑے ہوئے ہیں۔قیام پاکستان کے بعد سیاسی اتار چڑھاؤ نے کئی مزاحمتی رویوں کو جنم دیا۔اسی طرح انقلاب ایران سے پہلے کی صورتوں میں بھی مزاحمتی رویے سامنے آئے اور یہ موضوعات ادب میں جگہ پانے لگے۔صرف یہی نہیں بلکہ عالمی تحریکوں نے بھی نئے خیالات کے اظہار کو ادب کے ارتقاء کی صورت میں قبول کیا۔مگر موضوعات کے اچھوتے پن اور اظہار کے نئے سانچوں نے قبولیت کے ساتھ ساتھ مذمتی صورت حال کا سامنا بھی کیا۔سیمین بہبہانی اور فہمیدہ ریاض نے بھی ان نئے موضوعات کو شعری قالب میں ڈھالا۔مرداد باء پر بھی اظہار کی پابندیاں عائد تھیں تو ایسے میں عورت کی زبانی ان نئے موضوعات کو بلخصوص معاشرتی سطح پر نسبتا" زیادہ ردعمل کا سامنا کرنا پڑا۔یہ مذمت سیاسی اور ملکی سطحوں پر نظر آئی اور بنیاد پرستوں کی طرف سے بھی کفر والحاد کے فتوے لگائے۔ایسے معاشروں میں روایتی اقدار پر تنقید کرنا اور ان کو رد کرتے ہوئے نئی راہیں دکھانا نا قابل معافی جرم ٹھہرتا ہے۔مگر سلام ہے ان خواتین پر جنہوں نے "جو کہنی تھیں وہ کہہ گزریں۔

سیمین بہبہانی، بھی ایک ایسی آواز ہیں جس نے سماجی مسائل کی عکاسی کرتے ہوئے خوبصورت اور مساوی حقوق رکھنے والے معاشرے کا خواب دیکھا۔مشکلات کے باوجود تمام عمر سچ کا ساتھ دیا۔ایران کے عوام نے ان کی جرآت اظہار کی وجہ سے ایران کی شیرنی کا خطاب دیا۔[۱]

سیمین اور فہمیدہ کے سوانحی حالات:

سیمین بہبہانی 1927ء میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔"ان کی والدہ، فخر عظمی ارغون، "انجمن نسواں" کی رکن تھیں اور خواتین کے حقوق برقرار رہنے کے لیے کوشاں تھیں۔[۲]" سیمین بہبانی کے والد عباس خلیلی عراق سے تھے، وہ سیاسی انقلابی تھے، جو برٹانیا کے سامراج کے خلاف احتجاجات کرتے تھے، ان کو اپنی جان بچانے کی خاطر عراق سے بھاگ کر ایران آ کے بسنا پڑا"[۳] وہ فارسی میں مشہور صحافی، ناول نگار اور شاعر تھے۔" سیمین نے یونیورسٹی میں حقوق پڑھا مگر اپنی من پسند سرگرمی یعنی ہائے سکول میں جو پہلے سے فارسی ادب پڑھاتی تھیں اسی میں منسلک رہیں۔"[۴] اور ساتھ ساتھ صحافت اور ثقافتی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا۔سیمین بہبہانی کا روایت پسند خاندان سے تعلق تھا مگر انہوں نے اپنی والدہ کی طرح دو دفعہ شادیاں کیں۔"وہ اپنے پہلے میاں "حسن بہبہانی" سے چوبیس سال مشترک زندگی کے بعد طلاق لے کر منوچہر کوشیار سے شادی کرتی ہیں"[۵]

سیمین نے اپنی والد کی سرپرستی اور ان کے سہارے سے شاعری شروع کی اور ابتدائی مشق سخن میں فارسی کی مشہور شاعرہ پروین اعتصامی سے متاثر رہیں[۶] اسی وجہ سے پروین اعتصامی کی شاعری کی جھلکیاں سیمین کی اجتماعی شاعری میں نظر آتی ہیں۔" سیمین "حزب تودہ" سے متاثر ہوئی تھیں البتہ اس تحریک میں شمولیت اختیار نہیں

کی تھی، بعد میں اس تحریک اور اس کے ارکان کی کارکردگی میں مایوسیت دیکھ کر اس سے دلزدہ ہوئیں"ے

سیمین شاعری اور نثر میں مہارت رکھتی تھیں مگر بحیثیت شاعر ان کو اندرون اور بیرون ملک میں بہت پذیرائی ملی۔ان کے شعری مجموعے ہیں: سہ تار شکستہ (1950ء) (نثر او رشاعری کا مجموعہ)، جای پا (1956ء)،چلچراغ (1957ء)، مرمر(1963ء)، رستاخیز(1973ء)،خطی ز سرعت واز آتش (1981ء)، دشت ارژن(1982ء)، یک دریچہ آزادی(1995ء)اور یکی مثلاً این کہ......(2000ء)۔

ان کی تین نثری کتابیں چھپ گئی ہیں: آن مرد، مرد ہمراہم (1990)،با قلب خود چہ خریدم (1996ء)اور کلید وخنجر(2000)۔ یہ تینوں آپ بیتی کی حیثیت رکھتی ہیں۔سیمین تنقیدی شعور بھی رکھتی تھیں۔اس حوالے سے ان کے انٹرویواور مقالات یادبعضی نفرات (کچھ لوگوں کی یادیں) میں چھپ گئے ہیں۔وہ دل کی بیماری کی وجہ سے 2014ء میں انتقال کر گئیں۔

فہمیدہ ریاض 28 جولائی 1946ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئیں۔؟ان کی پیدائش کے بعض حوالے 28 جولائی 1945ء کے ہیں۔ان کے والد ریاض الدین احمد ماہر تعلیم تھے،ان کا گھرانہ ادبی روایات کا حامل تھا۔قیام پاکستان کے بعد فہمیدہ ریاض کے والدین پاکستان منتقل ہو گئے۔ان کے والد نے سندھ میں جدید نظامِ تعلیم کے لئے بھرپور کاوشیں کیں۔فہمیدہ ریاض نے شعور کی آنکھ حیدرآباد سندھ میں کھولی، جہاں ان کے والد نور محمد صاحب کے قائم کردہ ہائی سکول سے وابستہ تھے۔انہوں نے ہی اپنی بیٹی کے دل میں کتابوں سے محبت کا دیا روشن کیا۔

انیس ہارون کے ساتھ مل کر انہوں نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز طلباء سیاست سے نیشنل سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے کیا۔فہمیدہ ریاض جب بی اے کے سال اوّل میں پہنچیں تو انیس ہارون بی اے کر چکی تھیں، جلد ہی وہ اور ان کا خاندان کراچی منتقل ہو گیا۔اس سے قبل دونوں سہیلیوں نے گورنمنٹ گرلز (زبیدہ) کالج میں خوب پہچان بنائی۔کالج کی طرف سے مباحثوں میں خوب حصہ لیا اور ٹرافیوں کے ڈھیر لگا دیئے۔یہ دور حقیقی معنوں میں فہمیدہ ریاض کی ذہنی نشوونما کا دور تھا۔

1965ء کی جنگ نے فہمیدہ کے شعور کو مزید مہمیز دی۔اب فہمیدہ نے لکھنے کا بھی آغاز کر دیا تھا۔وہ افسانے بھی لکھ رہی تھیں اور شعر بھی کہہ رہی تھیں۔یہیں سے وہ پختہ کار شاعرہ کے طور پر آگے بڑھیں۔ان کے کالج کے دور کی شاعری ان کے پہلے مجموعۂ کلام ''پتھر کی زبان'' میں شامل ہے۔یہ نظمیں سب سے پہلے معروف ادبی مجلّے 'فنون'،جس کے مدیر احمد ندیم قاسمی تھے، میں شائع ہوئیں۔رسالہ ''فنون'' میں کالج کے زمانے کی شارٹ سٹوریز شائع ہوئی تھیں۔ 1966ء میں فہمیدہ ریاض ''فنون'' میں باقاعدگی سے چھپ رہی تھیں۔

فہمیدہ ریاض اردو شاعری کا اہم حوالہ ہیں۔ان کی شاعری میں موضوعاتی تنوع اور فنی پختگی ان کو دورِ حاضر کے صف اول کے شاعروں میں شمار کرواتے ہیں۔ان کے شعری مجموعے میں پتھر کی زبان(1982ء)، میری نظمیں(1981ء) ،آدمی کی زندگی(1999ء)، بدن دریدہ(1978ء)، شامل ہیں۔دوسری تصانیف میں خطِ

مرموز، گوداوری، کراچی، دھوپ، اور بہت سی تصانیف شامل ہیں۔

فہمیدہ ریاض اور سیمین بہبہانی معاصر شاعرات تھیں۔انسانی حقوق کی جنگ بھی دونوں نے اپنے اپنے معاشروں کے پس منظر اور پیش منظر کو سامنے رکھ کر لڑی۔فہمیدہ ریاض کا فن اور فکر دونوں اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے سیمین بہبہانی جیسی بڑی شاعرہ کے ساتھ موضوعاتی اور فکری سطح پر تقابل کرتے ہوئے پرکھا اور سمجھا جائے۔فہمیدہ ریاض نے بھی پدرسری معاشرے میں عورت کے وجود سے جڑے سوال اور مسائل کو نمایاں کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔جس کی وجہ سے انہیں ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں پابندیوں یہاں تک کہ سزائے موت تک امکانات نظر آنے لگے تھے۔

مگر انہوں نے خود ساختہ جلا وطنی اختیار کرتے ہوئے بھارت میں پناہ لی۔لیکن وہاں بھی ان کو عوامی مسائل ایک جیسے ملے اور انہوں نے وہاں بھی سچائی کا دامن نہ چھوڑا۔بینظیر حکومت میں ان کی پاکستان واپسی ہوئی۔ان کی شاعری میں اس سارے عہد کی جھلکیاں اور سیاسی پابندیوں کے خلاف مزاحمت موضوعات میں ڈھل جاتی ہیں۔ذیل میں ان دونوں خواتین اہلِ قلم کی فکر میں مماثلتیں اور موضوعات میں اشتراکات کا جائزہ لیا جائے گا۔

سیمین اور فہمیدہ کے ہاں عورت کا تصور:

عورت ان دونوں شاعرات کا مرکزی موضوع رہا ہے۔سیمین اور فہمیدہ ریاض کی شاعری میں عورت اپنے نسائی جذبوں کے ابتدائی خدوخال سے لے کر ماممتا تک کے تمام مراحل میں متشکل ہے۔وہ اپنی خوشیوں ،محرومیوں اور معاشرتی استحصالی رویوں پر تنقید کرتی ہوئی بھرپور انداز میں سامنے آتی ہے۔سیمین بہبہانی اور فہمیدہ ریاض نے زندگی کو خود بہت قریب سے دیکھا ہے اور بطور ایک عورت وہ اپنی قبیل کی خواتین کے مسائل سے بخوبی آگاہ بھی ہیں۔سیمین بہبہانی نے ایران میں عورت کو درپیش مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے اس کے حالات کو بدلنے کے لیے بھی عملی کاوشوں میں حصہ لیا۔

ان کی شاعری میں عورت مختلف روپ میں سامنے آتے ہوئے اپنی کیفیات اور تاثرات کی غماضی کرتی ہے۔خاص طور پر مجموعہ مرمر میں وہ ایک عورت کے نکتہ نظر سے شاعری کرتی ہیں۔سیمین مستقل مزاج اور روشن خیال ضرور ہیں مگر وہ ایک روایت پسند خاندان سے بھی تعلق رکھتی ہیں،ان کی والدہ،خواتین کے حقوق کی حامی ہونے کے باوجود اپنا حق زندگی سے حاصل نہیں کر سکیں تھیں اور تہذیب اور معاشرے کی پابندیوں کی وجہ سے تمام عمر اپنے میاں کی طرف سے دکھ اور غم برداشت کرتی رہیں۔سیمین خود بھی روشنی خیالی اور روایتی رہن سہن کی کشمکش میں گزرتی ہیں مگر آخر میں اپنی مرضی سے فیصلہ کرتی ہیں،لیکن اس فیصلے میں اپنے بچے کے حقوق اور نفسیاتی ضروریات کو نظرانداز نہیں کرتیں،ان کا یہ ایمان ہے کہ زندگی کا جیسا بھی موڑ ہو، زندگی دنیا کی کسی کروٹ پر بھی ہو،عورت کو اپنی مامتا کے جذبے کو پوری دیانتداری سے نبھانا چاہیے،باقی زمانے کے ساتھ ساتھ جب فیمینزم کا رجحان چلنے لگا

سیمین اس کا حصہ روایتی انداز میں نہیں بلکہ اپنے منفرد رویوں اور موضوعات کے ساتھ نسائی شعور کو بیدار کرنے میں بھرپور اور اہم کردار ادا کرتی رہیں۔اور بار بار ہر قسم کی عورت کی درونیات کی اپنی شاعری میں تصویر کشی کرتی ہیں، وہ عورت کی مرد پر برتری دینے کی حامی نہیں ہیں، ان کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ عورت کو پہچانا جائے، عورت کو اس کا حق دلوانے سے پہلے اس کی شخصیت کے سارے پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

''ایسا لگ رہا ہے کہ شاعرہ لاشعوری طور پر روایتی اور ماڈرن سوچ کو ملا کر فارسی شاعری میں یہ ایک نئے تفکر کو معاشرتی ادبا ور تہذیبی شخصیت کے تناظر میں اعلی سطح تک پہنچاتی ہیں۔عورت کی صحیح شناخت ، ان کی شاعری میں اسی آمیزش کی ایک اہم نشانی ہے۔ان کی یہ کوشش رہتی کہ اس شناخت میں معنویت پیدا ہوجائے۔البتہ سیمین بہبہانی کا اس راستے میں اظہار، بیسویں صدی کے دوسرے حصے سے متعلق ہے جس میں معاشرتی فضا میں عورت کا درجہ بڑھتا جارہا تھا۔وہ اپنی ادبی نوعیت اور خصوصیت کے تحت عورت اور ماں کے دلاسا اور غم کو وسیع پیمانے میں اپنی شاعری میں سمولیتی ہیں''[۸]

درخجی از بی انتطاری/ زنگ بلندوسوت کوتاہ:/-" سیمین تویی؟" /آوای گرمش/ مدبہ گوشم زان سوی راہ/ یک شیشہ می، پرنشہ وگرم/ غُل غُل کنان درسینہ شارید...... /من رفتہ بودم سال ہا دور/ تا باغ ہای سبز پُر گل/ تا سیب ہای سرخ دلخواہ [۹]

فہمیدہ ریاض کی شاعری میں بھی عورت مرد الگ الگ دنیاؤں کے باسی نہیں بلکہ وہ ایسا ساتھ چاہتی ہے جس کے ذریعے زندگی کے معنی کشید کرسکے۔وہ ماماتا کے جذبے سے بھی سرشار نظر آتی ہیں۔وہ مرد کو اپنے اس جذبے میں برابر کا حقدار اور اس خوشی اور سرمستی کی کیفیت میں جب اس کے باطن میں محبت ایک کلی بن کر پھوٹ رہی ہے ،ایسے لمحے میں وہ اپنے ساتھی کو شریک کرنا چاہتی ہے۔وہ اس نور کی روشنی کو جو اس کے باطن میں پھوٹ رہی ہے وہ مرد کا ہاتھ تھامے اس کی تجلی دیکھنا چاہتی ہے۔

انتہائی نرمی سے لکھی ہوئی بھرپور نظموں میں 'لاؤ ہاتھ اپنا لاؤ ذرا' اسلوب اور craft کے اعتبار سے بھی اور اپنی جمالیاتی حیثیت میں بھی ایک موثر اور توانا نظم ہے۔نظم کے آخری مصرعے:

سب مقدس کتابیں جو نازل ہوئیں
سب پیمبر جو اب تک اتارے گئے
سب فرشتے کہ ہیں بادلوں سے پرے
رنگ، سنگیت، سُر پھول کلیاں شجر

صبح دم پیڑ کی جھومتی ڈالیاں

ان کے مفہوم جو بھی بتائے گئے

خاک پر بسنے والے بشر کو مسرت کے جتنے بھی نغمے سنائے گئے

سب رشی سب منی انبیا اولیا

خیر کے دیوتا حسن نیکی خدا

آج سب پر مجھے

اعتبار آ گیا، اعتبار آ گیا ۱۰

عورت کا ایک اور خوبصورت روپ فہمیدہ ریاض کی نظم "ایک عورت کی ہنسی" میں بھی نظر آتا ہے، جہاں وہ ہوا کے دوش پر زلفیں لہراتی اپنی فطری ہنسی ہنستی ہوئی کائنات کا ایک حصہ بن جاتی ہے۔

سیمین اور فہمیدہ کی شاعری عورت کی تصویر کشی:

"طوائف" سیمین بہبہانی کی شاعری میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی کئی نظمیں اسی مرکز کے ارد گرد گھومتی ہیں۔سیمین ان کی حامی بنتی ہیں اور نہ ان کو مذمت کا نشانہ بناتی ہیں، ان کا خیال ہے کہ عورت کسی مقام پر بھی ہو، اس کی نفسیات کی پیچیدگیاں جانچ لینی چاہیے۔طوائف کا پیشہ برا ہوسکتا ہے مگر یہ عورت خود بری نہیں ہوتی۔" سیمین اپنی شاعری کے آغاز میں ہی عورتوں کی تاریک دنیا کا اشارہ کرتی ہیں۔"نغمہ روسپی"اور "رقاصہ" معاشرے میں مروجہ خیالات کے خلاف، ان عورتوں کی درد سے بھری دنیا کا بیان کرتی ہیں جو خود درماندگی اور محرومی کے سوا کچھ نہیں ہے۔"۱۱ "نغمہ روسپی" میں بازاری عورت کا بیان ہے جو غربت کی وجہ سے مردوں کے سامنے خود کو پیش کر دیتی ہے اور اس کو لوگ بری نظروں سے دیکھتے ہیں۔سیمین اس عورت کی زبان سے اس کی مجبوری اور تذلیل کا بیان کرتی ہیں کہ کس طرح عورتیں اپنے چہرے کی بے رونقی کو رنگوں کے پیچھے چھپاتی ہیں اور افسوس ہے کہ لوگ ان کے غازے کے مطابق ان کو پرکھتے ہیں اور ان کے اصلی رنگ روپ کا ادراک ہی نہیں کر سکتے:

بدہ آن قوطی سرخابمرا/ تا زنم رنگ بہ بی رنگی خویش

بدہ آن روغن ،تا تازہ کنم/ چہرہ پژمردہ ز دلتنگی خویش ۱۲

سیمین بہبہانی عام طور پر طوائف کا پیشہ کرنے والی عورتوں کو اپنی زندگی پر مغموم اور ذہن کو پچھتاوے کے بوجھ تلے دبا ہوا محسوس کرتی ہیں۔نظم "سفر پنجم" میں وہ ایسی عورت کی بات کرتی ہیں کہ سالوں تک مے خانوں میں، مردوں کا کھلونا اور عیاشی کا ذریعہ بن گئی ہے اور ایسا لگ رہا ہے کہ وہ عورت اپنی ماضی پر پچھتاتی ہے اور اپنی برباد اور

بھٹکتی ہوئی جوانی کے لیے افسوس کر رہی ہے۔ سیمین بہبہانی کے خیال میں ایسی عورت، مرد کی ہوس پوری کرنے کا سبب بنتی ہے۔ اس کی حیثیت ایک کھلونے سے بھی کم تر ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ ان بیچاری لڑکیوں کو اپنی شاعری کا موضوع بناتی ہے جو کہ مرد سے دھوکا کھا کر ان کا ناجائز بچہ پیدا کرتی ہے، ایسے بچے کا کیا انجام ہوتا ہے وہ نظم "فوق العادہ" میں سناتی ہیں کہ بھٹکتی ہوئی لڑکی کا کوئی آسرا نہیں ہے اس لیے وہ اپنے بیٹی کی عزت بچانے کے لیے اس کو پیدا ہوتے ہی باہر سڑک پر چھوڑ دیتی ہے، اگلے دن وہ عورت باخبر ہوتی ہے کہ کتے نے اس کی بیٹی کھا لی ہے، سیمین نے اس عورت کی تصویر کشی خود کلامی کے ذریعہ مہارت سے کی ہے:

" ازصدای پای سنگینی فتاد/لرزہ براندام من، سیماب وار/طفل را افکندم وبگریختم/ دل پر از غم، شانہ ہاخالی زبار۱۳؎

سیمین نے صحیح کہا کہ:

" اس معاشرے کے ستائے ہوئے، روندے ہوئے اور دھیارے لوگ میری شاعری کے ہیرو ہیں اور میں نے ان دکھوں کی فریاد کو اپنی زبان میں سنایا ہے اور شعر کے سانچے میں اپنے آنسو اور فریاد ان پر نثار کی ہے اور یوں میں کسی رنڈی، دلالہ اور بدکارہ میں بھی ہمدردی اور خوبصورتی کا پہلو نکالتی ہوں اور اس کے پس منظر میں اس شخصیت کی مجبوری، رنجیدگی اور دکھ کو خوبصورت روح کے ساتھ ہمکنار کر کے تصویر کشی کرتی ہوں"۔۱۴؎

فہمیدہ ریاض کے کلام میں بھی اس طرح کے رویوں پر بھرپور تنقید کی گئی ہے۔ وہ چاہتی ہیں کہ عورت کو کو ااس کی کاملیت کے ساتھ پہچانا اور جانا جائے نا کہ محض ایک بے جان کھلونا سمجھ کر اس کے ساتھ دل بہلایا جائے۔ اس ضمن میں عامر حسین لکھتے ہیں:

''......اپنی کئی نظموں مثلاً" گڑیا" یا" مقابلہ حسن" میں فہمیدہ اس کھیل کے خلاف آواز اٹھاتی ہیں جو عشق کے نام پر عورت سے کھیلا جاتا ہے۔ وہ جسمانی آرزو کو "اشیائے صرف" بنانے کا پردہ چاک کرتی رہیں جن میں عورت کو گڑیا کی طرح گونگا اور بے جان بننے پر مجبور کر دیا جاتا ہے کیونکہ مردوں نے ان کے لیے یہی پسندیدہ کردار متعین کیا ہے۔ مردوں کا مطالبہ عورت سے بے جان جمال کا ایسا پیکر بن جانے کا ہے جو حقیقت میں ممکن نہیں ہوتا۔۱۵؎

فہمیدہ ریاض نظم " گڑیا" میں لکھتی ہیں کہ

جب جی چاہے کھیلو اس سے......
اس کے ننھے لبوں پہ کوئی پیاس نہیں ہے۔

اس کی "تمنا" روندی گئی، اس عمر میں اس کے پاس:

بغاوت کی ہمت نہ کوشش کا یارا۱۶؎

اس طرح کی کئی نظموں میں فہمیدہ اس بات کا شعور اجاگر کرتی ہوئی نظر آتی ہیں کہ عورت کو اس کی سوچ کی اس کی فکر اور اس کے شعور کے پیمانوں پر ناپا جائے۔ بقول ڈاکٹر شہناز پروین:

''بدن دریدہ ہیں موجود نظم ''اقلیما'' بھی عورت کو فتنہ اور باعثِ شر سمجھنے کے خلاف شدید ردِعمل کا اظہار یہ ہے۔۔وہ آج کی عورت کے شعورِ ذات اور اس کی ذات کے ادراک کے ساتھ ساتھ تاریخ میں موجود عورت کے وجود کا بھی صحیح اور مثبت جواز چاہتی ہیں۔۱۷؎

وہ مامتا کے جذبے کو عورت کا وقار سمجھتی ہیں لیکن مرد کی طرف سے ملنے والے دکھ عورت کو اس جذبے یعنی کوکھ کی روشنی کو بھی جھنجھلاہٹ میں بدلنے میں منفی کردار ادا کرتے ہیں۔ عورت سراپا سوال بن کر فہمیدہ کی نظم "پلاٹ" میں بول اٹھتی ہے کہ

میں اپنے حمل کا بوجھ لیے
دھرتی کو ڈھونڈنے آئی تھی
پر دھرتی کہاں کہاں ہے میں جس پر یہ بوجھ لیے بیٹھ سکوں ۱۸؎

اسی طرح ایک اور نظم "میں مٹی کی مورت ہوں" میں بھی عورت کو صرف ایک بے جان بت تصور کیے جانے اور اس کی محسوسات کے انکار کرتے معاشرے پر سوال اٹھاتے ہوئے لکھتی ہیں کہ

میں تو مٹی کی مورت ہوں
پھر نیم قدم شب آ پہنچی
میں ان بیکار خیالوں کی
رنگیلی کنچن مالا سے
کب تک کھیلوں
....
میں تو مٹی کی مورت ہوں
یہ مٹی گھلتی جائے گی
گھٹتا جائے گا بدن میرا۱۹؎

سیمیں اور فہمیدہ ریاض کی شاعری میں عورت اور خاندانی مسائل:

سیمین کی نسوانی آواز کا ایک اور انداز یہ ہے کہ انہوں نے خواتین کے خاندانی اور نجی مسائل کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے، ایسے میں ان کی شاعری میں ایک کسک کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔ اس حوالے سے ان کی نظمیں "طلاق یافتہ عورت" اور "سوتن"، قابل غور ہیں۔ انہوں نے خاندانی تحفظ کا قانون وضع ہونے سے پہلے مسئلہ "ہوو" (سوتن) کو اپنے کلام میں بعنوان رقیب اور خاندانی انتشار و بکھیراؤ کو اپنے کلام میں بعنوان "طلاق" موضوع بحث بنا دیا اور عورتوں کی کمی کو چاہے وہ خاندانی ماحول میں ہو چاہے سماج کی حیثیت میں ہو اور چاہے مادی لحاظ سے یا معنوی لحاظ سے ہو، ہر حوالے سے اپنی شاعری کے ذریعے اس موضوع کا احاطہ کیا۔

سیمین بہبانی اور ان کی والدہ دونوں نے ہی اس طرح کے مسائل سے دوچار رہیں۔ جب سیمین کی والدہ دوسری شادی کرتی ہیں کچھ عرصے بعد، ان کے ہوتے ہوئے ان کا میاں ان پر سوتن لے آتا ہے، اس وقت وہ اپنی والدہ کی حسرت اور ناکامی کی چشم دید گواہ تھیں۔ صرف یہی ایک مثال نہیں بلکہ جس معاشرے میں وہ سانس لیتی ہیں وہاں، "سوتن" کا سراغ آسانی سے مل جاتا ہے اور پہلی بیوی کو دکھ سے گزرنا پڑتا ہے۔ اپنی ایک نظم میں وہ صورت حال کو ایک کہانی کی طرح سے پیش کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ "بیٹا بیمار ہے مگر باپ دوسری بیوی کے لیے میٹھائی لیتا ہے! پہلی بیوی اپنی میاں کی بھلائی کے لیے کفایت شعاری سے کام لیتی ہے مگر اب میاں دوسری بیوی کے لیے کپڑے، کنگن لاتا ہے:

" طفل من بیمار بود، اما پدر/نقل وشیرینی پی این زن خرید!/من بہ سختی ساختم تا بہر او/ دستبند و جامہ و دامن خرید۲۰

فہمیدہ ریاض کی شاعری عورت کے ہر جذبے کی نمائندگی کرتی ہے۔ ان کے ہاں براہ راست سوتن بطور موضوع تو نہیں البتہ رقابت کے دکھ جا بجا نظر آتے ہیں۔ مثلاً نظم "پتھر کی زباں" میں لکھتی ہیں کہ:

سو جاؤ۔ تم شہزادے ہو
اور کتنے ڈھیروں پیارے ہو
اچھا تو کوئی اور بھی تھی؟
اچھا پھر بات کہاں نکلی؟۲۱

فہمیدہ ریاض کی ایک اور نظم ''وہ لڑکی'' بھی نسائی جذبوں سے بھرپور ہے۔ ان کی شاعری میں رقابت کی کسک بڑے مدھم مگر دل گرفتگی کے احساس سے بھرپور ہے۔

مجھ سے کہتے تھے، بن کاجل اچھی لگتی ہیں مری آنکھیں

تم اب جس کے گھر جاتے ہو، کیسی ہوں گی اس کی آنکھیں ۲۲

فہمیدہ ریاض کا حساس ذہن عورت اور مرد دونوں محبت کرنے کے انداز کے فرق کو دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ عورت محبت کے کسی ایک لمحے میں پوری زندگی بسر کر لیتی ہے مگر مرد متلون مزاج واقع ہوا ہے۔ وہ جلد چیزوں سے، جذبوں سے اور یکسوئی سے اکتاہٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس معاشرتی رویے کا اظہار وہ اپنی نظم ''کب تک'' میں ان دونوں کے محبت کے تصورات کا تقابل کرتے ہوئے کرتی ہیں کہ

کب تک مجھ پیار کرو گے
کب تک؟
جب تک میرے جسم سے بچے کی تخلیق کا خون بہے گا
جب تک میرا رنگ ہے تازہ
جب میرا انگ تنا ہے
میرا اس سے آگے بھی تو کچھ ہے
وہ سب کیا ہے
کسے پتہ ہے
وہیں کی ایک مسافر میں بھی
انجانے کا شوق بڑا ہے
پر تم میرے ساتھ نہ ہو گے تب تک ۲۳

ایک اور پہلو جو عورت کو ہر ممکنہ حد تک کسی ایک نکتے پر مرکوز رکھتا ہے وہ اس کے اندر مرد کی محبت سے جنم لینے والا ممتا کا جذبہ جو اس کے وجود کو سرشاری بخشتا ہے اور وہ ایک ہی لے کو کل زندگی پر محیط کر لیتی ہے۔

''وہ عورت کے تقدس کو جہاں مذہبی اساطیر کے ساتھ جوڑ کر یا تاریخ کے جبر میں عورت کے استحصال کو موضوع بناتی ہیں وہیں وہ عورت کا سب سے معتبر حوالہ ''ممتا'' کا بھی سامنے لاتی ہیں۔'' ...... بچے اور ممتا اس کا مستقل موضوع ہیں۔'' ۲۴

سیمیں اور فہمیدہ عہد ساز نسائی آوازیں:

سیمین بہبہانی کی نسوانی آواز کا ایک اور بہت مقبول انداز یہ ہے کہ وہ اپنی شاعری میں، اپنے آپ کو بار بار عورت کہہ کر عورت سے متعلقہ واقعات و مسائل اور وابستہ الفاظ واصطلاحات بروئے کار لاتی ہیں۔ اس راستے میں ان کی مختلف قسطوں میں نظم " کولی وارہ " مشہور ہوگئی اور لڑکیوں کی زبان پر چڑھ گئی۔ اس طویل نظم کے

اشاروں سے "انجمن زنان ایران" (ایرانی خواتین کی انجمن) کو خواتین کی مشکلات کا حل کرانے مدد ملی۔ جب سیمین نے دیکھا کہ ان کی نظمیں اتنی کارآمد ہوتی ہیں جن سے خواتین کی صورتحال بہتر ہو سکتی ہے تو وہ ان موضوعات پر زیادہ لکھتی جاتی ہیں۔ وہ انتیس سال کی لڑکیوں کو پڑھاتی رہیں، خواتین کے حقوق سے آشنا تھیں؛ اپنی والدہ کی بدولت مختلف طبقات سے متعلق خواتین کی زندگی اور مسائل سے واقف تھیں۔

> " کولی وارہ" سولہ کانٹوز میں، مجموعہ شعری دشت ارژن میں آئی ہے، اس میں " کولی" (آوارہ گرد عورت) ایرانی عورت کی تصویر ہے؛ وہ خانہ بدوش اور آوارہ عورت کا مظہر ہے؛ اس کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ وہ عاملہ اور پیش گو ہے، دوسرے اس سے دعا کرواتے ہیں۔ وہ مستقل مزاج ہے، کوئی پابندی اپنے اوپر قبول نہیں کرتی۔" سیمین کولی کی تصویر کشی کر کے ایرانی عورت سے متعلق روایتی اقدار کے سامنے سوالات اٹھاتے ہوئے ظاہر ہوتی ہیں...... یہ کولی ایسی تہذیب میں پروان چڑھی ہے جس میں عورت کی قدر کی کوئی پہچان نہیں ہے، سیمین اس نظم میں یہ کردار ایک تخلیقی اسطورہ بن کر سامنے لے آتی ہیں "۲۵

کولی وارہ بلند آواز میں بولتی اور ہنستی ہے حالانکہ مشرقی اقدار میں، عورت کی آواز کسی کو سنائی نہیں دینی چاہیے۔ وہ روایتی عورت سے ہٹ کر بہت دور برتی ہے۔ کولی میں ہر قدم سیمین کی عورت کے حق میں پکار سنائی دیتی ہے۔ آخر میں عورت ان کے کلام میں ایسا مقام پاتی ہے جیسا قرآن پاک، سورت المبارک " بقرہ"، آیت 187، میں اشارہ ہوا ہے کہ ھُنَّ لِباس لَّکُم وَ اَنتُم لِباس لَّھُنَّ " (وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے)۔" سیمین بہبہانی اسی طرح دوسری نظر میں، عورت کو مرد کی ساتھی اور ہمدرد جانتی ہیں۔ یہی عورت ایسا سوچتی ہے کہ وہ صرف مرد کی ہوس اور عیاشی کے لیے پیدا نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کو ایک عظیم عہدہ سپرد کیا گیا ہے اور اسی عہدے کے تحت مرد اڑنے کی طاقت رکھتا ہے۔"۲۶

> ای مرد! یار بودہ ام و یاور ت شدم/ شیرین نگار بودہ و شیرین ترت شدم؛ چو من نبود اوج فلک سینہ سای تو/ پرواز پیش گیر کہ بال و پرت شدم؛ یک عمر ہمسر تو شدم، لیک در مجاز/ اینک حقیقت است اگر ہمسر شدم؛ ہمدوش نیز ہستم و ہمگام و ہم طریق/ تنہا گمان مدار کہ ہمسرت شدم ۲۷

فہمیدہ ریاض نے تاریخی اور اساطیری حوالے دیتے ہوئے عورت کو ازل سے جو تحقیر کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کا تجزیہ کیا ہے۔ ان کی ایک مشہور نظم " قلیما" میں معاشرے سے خطاب کرتے ہوئے عورت کے احساسات اس کے دھڑکتے دل اور روشن ذہن کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے:

> وہ اپنے بدن کی قیدی

تپتی ہوئی دھوپ میں جلتے
ٹیلے پر کھڑی ہوئی ہے
اس نقش کو غور سے دیکھو
لمبی رانوں کے اوپر
ابھرے پستانوں سے اوپر
پیچیدہ کوکھ سے اوپر
اقلیما کا سر بھی ہے
اللہ کبھی اقلیما سے بھی کلام کرے
اور کچھ پوچھے! ۲۸

فہمیدہ ریاض جس معاشرے کا حصہ تھیں وہ اس حقیقت کی تلخی سے آگاہ تھیں کہ یہاں عورت اپنی سوچ میں آزاد نہیں ہے۔ اس لیے وہ ایک بیرون ملک سفر کرتی عورت کو اس بات کی اجازت دیتی ہیں کہ وہ اپنی سوچ کو آزاد چھوڑ دے۔ وہ سوچے جو اس کا حق ہے۔ تاکہ وہ جھوٹی رسموں رو جوں اور عورت سے منسوب تو اہمات کا فکری لحاظ سے جواب دیتے ہوئے اپنا راستہ اور مقام پہچان سکے۔

ذہن کو سوچنے دو
یہ تو کچھ جرم نہیں
یہ تو نہیں کوئی گناہ
اور اگر ہے بھی تو پوشیدہ ہے ۲۹

سیمین بہبہانی کی شاعری میں بھی لڑکی کے شرمیلا پن وحیا سے لے کر عورت کی بے چینی و جوشیلے پن تک، لڑکی کی نا تجربہ کاری سے لے کر مامتا کی پختگی تک، اسارت سے آزادی تک، دباؤ سے لے کر جان چھڑانے تک، انفرادیت سے لے کر سوشیل پن تک اور انسان دوستی تک وغیرہ میں، ایک بڑے پیمانے تک وسعت نظر آتی ہے جو عورت کی جان کے جذبات میں مختلف زاویوں اور پگڈنڈیوں کو دکھاتی ہے" ۳۰

گفتم کہ/ - آقای مجنون،/ انگار دیگر نہ انگار/ کز عشق ہیچش خبر ہست۔ ۳۱

گر جفت عشق نبودیم/ بودیم جفت صداقت؛/ گیرم سپردہ تنی نیست،/ بی شک سپردہ سری ہست۔ ۳۲

فہمیدہ ریاض نے بھی زندگی میں صرف سچ کا ساتھ دیا، جھوٹی رسموں اور منافقتوں کے سامنے ڈٹ کر

کھڑی رہیں۔ان کا نظریہ انہیں اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ وہ انسانوں کی بلا تفریق حمایت کریں۔مثبت سوچ کو پروان چڑھائیں اور منفی رویے جو معاشرتی تعمیر میں مانع ہوں ان کو رد کرتے ہوئے ایک مثبت سوچ کو پنپنے کے لیے راہیں ہموار کریں۔"بدن دریدہ" کے دیباچے میں فہمیدہ ریاض لکھتی ہیں کہ:

''کارگاہِ ہستی میں کسی حساس ذی روح پر وہ مقام نہیں آیا ہوگا جب اس نے خود کو مقتل کے دروازے پر نہ پایا ہو...... جب جان سے گزرنا ہی ٹھہرا تو سر جھکا کر کیوں جائیں۔کیوں نہ اس مقتل کو رزم گاہ بنا دیں۔آخری سانس تک جنگ کریں۔سو میں نے اپنی گردن جھکی ہوئی نہیں پائی۔میری نظمیں جو آپ کے سامنے ہیں ایک رجز ہیں جسے بلند آواز سے پڑھتی ہوئی میں اپنے مقتل سے گزری۔اس لحاظ سے ''بدن دریدہ'' ایک رزمیہ ہے۔اسے پڑھ کر لوگ چونکے تو کیا بُرا ہے۔۳۳

فہمیدہ نسوانی جذبات سے مملو تھیں،ایک نوجوان لڑکی تھیں تو محبوب کی نگاہِ لطف کے لیے سنور رہی تھیں، چوڑیوں کی کھنک سے شرما رہی تھیں:

تزئینِ لب و گیسو کیسی پندار کا شیشہ ٹوٹ گیا
تھی جس کے لیے سب آرائش اس نے تو ہمیں دیکھا بھی نہیں

وہ کہ بنتِ ہجر تھی اس کی ایسی پیاس تھی کہ اس کی نظم میں میگھ کے بادل جنسی استعارہ بن جاتے ہیں:

اس کا جامنی بدن
آسماں پہ چھا گیا۳۴

یہاں عورت اپنے بارے میں بڑی بہادری سے بول رہی تھی۔اپنے تجربات کے بارے میں بات کر رہی تھی،اور اپنے حمل ٹھہرنے کو ''جسم سے پھوٹتی روشنی'' قرار دے رہی تھی...... بدن،اپنے معنی اور مفاہیم بدل چکا تھا۔

میں کہ بنتِ ہجر ہوں
مجھ میں ایسی آگ ہے
میں کہ میرے واسطے
میری ایسی پیاس ہے
میگھ اس میں بھیگ کر
ہانپتی کھڑی کھڑی
کہہ رہا ہے دل میرا

یہی ہے مدھر ملن کی گھڑی ۳۵

فہمیدہ ریاض کی شاعری سے پہلے اردو شاعری نے عورت کی آواز تو سنی تھی لیکن اس کے بدن کی آواز خود عورت کی زبانی نہیں سنی تھی۔ فہمیدہ ریاض نے عورت کو اس کے جزبوں کو اس کے باطن میں پھوٹتے جذبوں کی کہکشاں کو ہر رنگ کی باریکی اور خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔لیکن بدقسمتی سے یک رخی اور ناپختہ سوچ کے حامل معاشرے میں ان کی نظموں کو سمجھنے کی بجائے تنقید کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ: فہمیدہ کی نظم "چادر اور چار دیواری" کا مطلب بہت غلط سمجھا گیا۔۳۶

حاصل کلام

سیمین بہبہانی کی شاعری میں عورت کا تصور روایت سے جڑا ہوا بھی ہے اور بغاوت پر آمادہ بھی۔ وہ ایک ایسے معاشرے کا خواب دیکھتی ہیں جس میں عورت کو اس کے جذبات اور احساسات کے ساتھ قبول کیا جائے۔ اس کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھانے کی بجائے اس کی قدر کی جائے۔ وہ اپنی شاعری میں عورت کا صرف ایک روپ" محبوبہ " کا ہی پیش نہیں کرتیں بلکہ ایک ایسی ماں بھی ان کا موضوع بنتی ہے جو مہینہ بھر کام کرتی ہے تا کہ اپنے بچے کی خواہش کو پورا کر سکے مگر پھر بھی اس کی ضروریات آڑے آ جاتی ہیں۔ وہ عورت کو رقابت کے کرب سے گزرتے ہوئے بھی دیکھتی ہیں۔ وہ عورت کو صرف دیوی بنائے جانے کی بھی حامی نہیں ہیں البتہ وہ اسے عام زندگی میں اہمیت دیے جانے اس کے حقوق کی پاسداری کرنے اس کے جذبوں کی قدر کرنے کی حمایت کرتی ہیں۔ فہمیدہ ریاض کی شاعری میں بھی عورت جوان جذبوں اور حساس احساسات کی ترجمان بن کر سامنے آتی ہے۔ وہ اس کی دوشیزگی کے جذبات سے لے ایک بھرپور عورت بن جانے کے تمام مراحل کو اپنی شاعری کا موضوع بناتی ہیں۔ وہ عورت کی خالص ہنسی اور خوبصورتی کو کائنات کی سب سے اہم شے تصور کرتی ہیں۔ ان کے خیال میں عورت سے زمین اور مٹی کا گہرا رشتہ ہے۔ کیونکہ زمین انسان کا اہم ساتھی ہے۔ فہمیدہ کی شاعری میں عورت "پتھر کی زبان" سے لے کر " میں مٹی کی مورت ہوں " تک محبتوں کا سفر طے کرتی نظر آتی ہے۔ شاعرہ معاشرے کے دوہرے معیارات کو بھی تنقید کا نشانہ بناتی ہیں جس میں عورت کی دنیا الگ اور مرد کی الگ ہے۔ یہاں تک کہ ان کی نظمیں " بدن دریدہ" میں رزمیہ کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اگرچہ سیمین بہبہانی اور فہمیدہ ریاض الگ خطوں کی باسی تھیں لیکن معاشرتی صورت حالات میں وہ عورت کے ساتھ ہونے والے استحصالی رویوں کے خلاف مزاحم ہوئیں۔ عورت کی آواز بن کر معاشرے میں پیدا ہونے والے بگاڑ کو درست کرنے کی کوشش کی۔ عورت کی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے انہوں نے اپنی تمام عمر ایک بہادر سپاہی کی طرح بسر کی۔

حواشی:

۱۔ http://www.npr.org/sections/thetwoways/2014/08/19/341598792/poet-known-as-the-lioness-of-iran-dies-at-87

۲۔ دہباشی، علی، مقدمہ، مشمولہ زنی با دامنی شعر، جشن نامہ سیمین بہبہانی، بہ کوشش علی دہباشی، (تہران: نگاہ، ۱۳۸۳) ص ا

۳۔ گوہرین، کاوہ، "سرودون با گلوگاہی سرخ" مشمولہ زنی با دامنی شعر، جشن نامہ سیمین بہبہانی، ص ۸۷۴

۴۔ جعفری، حسین، "صفای خیال" مشمولہ زنی با دامنی شعر، ص ۳۹۸

۵۔ ابومحبوب، احمد، زندگی و شعر سیمین بہبہانی، گہوارہ سبز افرا، (تہران: نشر ثالث، ۱۳۸۲) ص ۳۴،۳۴

۶۔ عابدی، کامیار، سیمین بہبہانی شاعر و تکاپوگر مدنی، (تہران: جہان کتاب، ۱۳۹۷) ص ۱۷

۷۔ یادداشت ہای روزانہ، 110 روز با سیمین بہبہانی، با کوشش مہدی مظفری ساوجی، (تہران: نگاہ، ۱۳۹۳) ص ۹۶

۸۔ عابدی، کامیار، بہ رغم پنجرہ ہای بستہ شعر معاصر زنان، (تہران: نشر کتاب نادر، ۱۳۸۰) ص ۵۷

۹۔ سیمین بہبہانی، مجموعہ اشعار، (تہران: موسسہ انتشارات نگاہ، ۱۳۸۲) ص ۱۰۲۱-۱۰۲۰

۱۰۔ یاسمین حمید۔ فہمیدہ ریاض کی شاعری۔ مشمولہ دنیازاد، ۲۰۰۳ء، ص ۱۹۳۔۱۹۴

۱۱۔ پرتو نوری اعلاء "پروین، فروغ، سیمین در سہ مرحلہ" مشمولہ زنی با دامنی شعر، جشن نامہ سیمین بہبہانی، (تہران: موسسہ انتشارات نگاہ) ص ۱۲۱

۱۲۔ سیمین بہبہانی، مجموعہ اشعار، ص ۲۱

۱۳۔ ایضاً، ص ۶۱

۱۴۔ سیمین، جای پا، (تہران: زوار، ۱۳۷۰) ص ۱۶

۱۵۔ فہمیدہ ریاض، سب لعل و گوہر (کلیات)، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء) ص ۱۶۔۱۰

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۷

۱۷۔ شہناز پروین، ڈاکٹر، ''فہمیدہ ریاض: عورت کے حیاتیاتی وجود کا مکمل اظہاریہ'' مشمولہ جرنل آف ریسرچ (اردو)، شمارہ ۲۸، دسمبر ۲۰۱۵، ص ۱۹۱

۱۸۔ سب لعل و گوہر،ص ۱۴۹

۱۹۔ ایضاً،ص ۱۵

۲۰۔ سیمین بہبہانی،مجموعہ اشعار،ص ۲۵۶

۲۱۔ فہمیدہ ریاض، پتھر کی زبان'' مشمولہ ''میں مٹی کی مورت ہوں''،ص ۶۶

۲۲۔ ایضاً،ص ۲۵

۲۳۔ فہمیدہ ریاض ''کب تک'' مشمولہ ''بدن دریدہ''،''میں مٹی کی مورت ہوں''، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،س ن) ص ۳۱۷

۲۴۔ فہمیدہ ریاض، پتھر کی زبان،ص ۹

۲۵۔ میلانی،فرزانہ،" مشتی پر از ستارہ: زندگی واشعار سیمین بہبہانی" مشمولہ زنی با دامنی شعر،ص ۲۰۲

۲۶۔ یزدانی،زینب،زن در شعر فارسی (دیروز۔امروز)،(تہران: فردوس،۱۳۷۸)ص ۲۸۰

۲۷۔ سیمین بہبہانی، مجموعہ اشعار،ص ۲۸۶

۲۸۔ فاطمہ حسن،فیمنزم اور ہم،'(کراچی: وعدہ کتاب گھر،۲۰۰۵ء)ص ۴۱

۲۹۔ فہمیدہ ریاض،زمین دوز ریل میں'' مشمولہ ''بدن دریدہ''،ص ۱۶

۳۰۔ احمد ابو محبوب،"زندگی و شعر سیمین بہبہانی" مشمولہ: گہوارہ سبز افرا، (تہران: نشر ثالث،۱۳۸۲)ص ۶۷

۳۱۔ سیمین بہبہانی، مجموعہ اشعار،ص ۱۰۰۱

۳۲۔ ایضاً، ۱۰۵۴

۳۳۔ فہمیدہ ریاض،بدن دریدہ، (کراچی: مکتبہ دانیال،۱۹۷۴ء)ص ۵۱

۳۴۔ شہلا نقوی۔فہمیدہ ریاض: نسائیت میں نسوانیت،ص ۲۰۲

۳۵۔ فہمیدہ ریاض،بدن دریدہ،ص ۴۴

۳۶۔ فہمیدہ ریاض، سب لعل و گوہر،عامر حسین۔ص ۱۷